مالی معاملات کی کمزوریاں
اور انکی اصلاح

مؤلف

مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی

صدر المدرسین مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور اعظم گڈھ یوپی

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

مالی معاملات کی کمزوریاں

اور ان کی اصلاح

مولف

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی

ناشر

مکتبہ ضیاء الکتب، خیرآباد، ضلع مئو (یوپی)
پن کوڈ: 276403 موبائل: 9235327576

تفصیلات

نام کتاب : مالی معاملات کی کمزوریاں اوران کی اصلاح
مؤلف : حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی
صفحات : 40
طبع اول : جولائی ۲۰۰۹ء
ناشر : مکتبہ ضیاء الکتب، خیرآباد، ضلع مئو (یوپی)
قیمت : 40/=
ای میل: zeyaulhaquekbd@gmail.com

ملنے کے پتے

☆ فرید بک ڈپو پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۲
☆ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
☆ مکتبہ الفہیم صدر چوک مئوناتھ بھنجن 9236761926
☆ مولانا محمد خالد قاسمی مکتبہ دارارقم، اسلام آباد (ڈکہا) جون پور 9554983430

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا فضل واحسان ہے کہ اس نے تمام مراحلِ حیات میں اپنے احکامات کے ذریعہ ان کی رہنمائی فرمائی، چنانچہ وہ چیزیں جن کا تعلق ہماری ضروریات وخواہشات سے ہے، جیسے معاملات یعنی مالی لین دین وغیرہ، ان کے متعلق بھی احکام دے کر ہمارے لئے ان کو بھی ثواب اور اپنی رضا وقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنادیا ہے۔

شریعت اسلامی میں جس طرح عبادات کے شعبہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اسی طرح معاملات کا شعبہ بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، اس لئے کہ ان کا تعلق حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق سے بھی ہے، نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ ارکانِ دین میں سے ہیں، اور اس حیثیت سے ایمان کے بعد انھیں کا درجہ ہے، لیکن یہ صرف حقوق اللہ ہیں اور جو شخص ان میں کوتاہی کرتا ہے وہ صرف خدا کا مجرم ہے، اگر وہ سچے دل سے اس کے حضور توبہ واستغفار کرلے تو اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے توقع یہی ہے کہ وہ کریم ذات اسے معاف فرمادے گی۔ لیکن اگر معاملات میں کسی قسم کی گڑبڑی اور کوتاہی ہوئی تو اللہ کی نافرمانی کے ساتھ کسی نہ کسی بندے کی بھی حق تلفی ضرور ہوگی، جو اس کے معاف کئے بغیر معاف نہیں ہوسکتی، اس لئے اس میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، دنیا ہی میں تمام معاملات کی صفائی کرلینی چاہئے۔ ورنہ قیامت کے دن تو بندے اپنا ایک ایک حق وصول کرکے رہیں گے۔ ایک حدیث میں ہے:

> ‘‘بعض لوگ نماز اور روزہ اور صدقہ وخیرات کی قسم کی بہت سی نیکیاں یہاں سے کما کے لے جائیں گے، لیکن ان کے معاملات اور ان کی معاشرت خراب ہوگی، کسی کا حق مارا ہوگا، کسی کا دل دکھایا ہوگا، کسی کی غیبت کی ہوگی وغیرہ وغیرہ، جب وہ محشر میں مقامِ حساب میں پہونچیں گے تو جن لوگوں کے معاملاتی اور معاشرتی حقوق ان کے ذمہ ہوں گے وہ مدعی بن کر کھڑے ہوجائیں گے، اور اللہ تعالیٰ سے انصاف کے طالب ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ انصاف اور فیصلہ فرمائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز، روزہ، صدقہ وخیرات کی قسم کی ان لوگوں کی ساری نیکیاں ان مدعیوں کو دلوادی جائیں گی، اور جب ان نیکیوں سے بھی ان لوگوں کے پورے حقوق ادا نہ ہوں گے تو ان مدعیوں کے کچھ گناہ ان لوگوں پر لاد دیئے جائیں گے، اور بالآخر جہنم میں ڈلوادیئے جائیں گے۔’’ (رواہ مسلم)

افسوس کہ اس سلسلے میں لاپروائی بالکل عام ہے، اور اسے عملاً دین کا حصہ سمجھا ہی نہیں جاتا، وہ لوگ بھی جو دیندار کہے جاتے ہیں اور عبادات وغیرہ کے سلسلہ میں خاصا اہتمام بھی کرتے ہیں، وہ بھی معاملات کی اصلاح ودرستی کا جتنا اہتمام کرنا چاہئے نہیں کرتے، ایسی حالت میں ہمارے رزق میں برکت اور ہماری دعائیں مقبول کیونکر ہوسکتی ہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من اشتریٰ ثوباً بعشرة دراهم وفيه درهم حرام لم يقبل الله تعالىٰ له صلوٰة مادام عليه ثم أدخل إصبعيه في أذنيه وقال صمّتا إن لم يكن النبي ﷺ سمعته يقوله، (مشکوٰۃ شریف)

جس شخص نے دس درہم کا کوئی کپڑا خریدا، اور ان دس درہموں میں ایک درہم حرام ہے (جو کسی ناجائز ذریعہ سے حاصل ہوا تھا) تو جب تک وہ شخص اس کپڑے کو

پہنے رہے گا اس کی کوئی نماز بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنا کر اپنے کانوں میں انگلیاں دے کر سامعین سے فرمایا کہ بہرے ہو جائیں میرے یہ کان اگر میں نے حضورؐ سے یہ بات نہ سنی ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إن الله طيب لايقبل إلا طيباً**، بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور پاکی کے سوا کچھ قبول نہیں کرتا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

لايدخل الجنة جسد غذى بالحرام۔

جو جسم حرام غذا اور ناجائز آمدنی سے پلا ہو، وہ جنت میں نہ جاسکے گا۔

ان ارشادات نبوی ﷺ سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح اللہ کی رضا و خوشنودی کیلئے عبادات ضروری ہیں اسی طرح معاملات کی درستی اور ذرائع آمدنی کی صحت اور پاکی بھی ضروری ہے، ورنہ حدیث میں ہے کہ جس کا کھانا، پینا اور پرورش حرام مال سے ہو اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں ہوتی۔

اس لئے ہماری زندگی کا یہ شعبہ بہت زیادہ توجہ کا طالب ہے، استاذی حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی نے اس کی اہمیت کے پیش نظر تفصیل سے ضیاء الاسلام کے متعدد شماروں میں اس موضوع پر کلام کیا، اس وقت جبکہ اس سلسلے میں بے توجہی عمومی صورت اختیار کرچکی ہے، ضرورت ہے کہ اس طرح کے مضامین زیادہ سے زیادہ عام کئے جائیں، اسی خیال کے پیش نظر اسے الگ سے شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مقبول و نافع بنائیں۔

ضیاء الحق خیرآبادی
مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور، اعظم گڈھ
۱۱؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ مطابق ۷؍ مئی ۲۰۰۹ء پنجشنبہ

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنا احتساب

معاملات کی کمزوریاں

میں ایک چھوٹی سی دکان کے بزرگ دکاندار کے گھر حاضر تھا، دکان چھوٹی، بہت چھوٹی ہے، اتنی چھوٹی کہ اسے دکان کہنا مبالغہ معلوم ہوتا ہے، دکاندار بہت بوڑھے ہیں، معاش کے لئے کوئی محنت کا کام نہیں کر سکتے، بطور مشغلہ کے............ تاکہ مشغولیت رہے اور اس سے قدرے نان نمک حاصل ہوتا رہے............ انھوں نے دکان کا نام رکھ رکھا ہے، مجھے ایک ذرا سے کاغذ کی ضرورت ہوئی، میں نے مانگا تو انھوں نے ایک کاپی پیش کی، اسے کھولا، تو بہت سے نام اس میں لکھے ہوئے نظر آئے، اور ان ناموں کے سامنے تھوڑی تھوڑی رقموں کا اندراج تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا؟ معلوم ہوا کہ یہ ادھار لیجانے والوں کا حساب ہے، میں حیرت میں پڑ گیا کہ اتنی چھوٹی سی دکان! اور اس میں اتنا لمبا اُدھار! میرے پاس کچھ اور لوگ بیٹھے تھے، ان کے بتانے سے معلوم ہوا کہ لوگ بکثرت سامان ادھار لیتے ہیں اور ادا کرنے کی فکر نہیں کرتے، مانگنے پر ناراض بھی ہوتے ہیں، چھوٹے چھوٹے دکاندار مثلاً پان لگا کر بیچنے والے اور دوسرے ہلکا پھلکا سامان فروخت کرنے والے بھی ہزاروں ہزار اُدھار کے دباؤ میں پریشان ہیں، دکانیں ٹوٹ جاتی ہیں، اُدھار کھانے والے اطمینان کی سانس لیتے ہیں کہ چلو لینے اور دینے دونوں کا قصہ پاک ہوا۔

پھر بات اور آگے چلی! لوگ معاشی بحران میں سخت پریشان ہیں، مگر معاملات اتنے خراب ہیں کہ کسی کاروبار میں کوئی ڈھنگ کی بات نظر نہیں آتی، حکومت کی اور سرمایہ

داروں کی شکایت ہر زبان پر ہے، مگر شکایت کرنے والا کبھی یہ نہیں سوچتا کہ خود اس سے بھی کسی کو شکایت ہے؟ اس دور میں صنعت اور کارخانوں کا سارا مدار بجلی پر ہے، صنعت کار اپنی صنعت کا انتظام کرتا ہے، مگر بجلی حکومت دیتی ہے، بہت شکایت ہے کہ بجلی بہت کم ملتی ہے، بلکہ نہیں ملتی۔ یہ شکایت بہت عام ہے، مگر اس کا انتظام کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے کہ قانون کے مطابق بجلی حاصل کی جائے، اور قاعدے سے اسے خرچ کیا جائے۔ ہمارے علاقے میں پاورلوم کی صنعت ہے، اگر دو پاورلوم کی بجلی کسی نے قانونی طور پر لے رکھی ہے، تو اس سے پانچ دس پاورلوم چلائے جارہے ہیں، اگر کبھی گرفت ہوتی ہے، تو اہلکاروں کو رشوت کے پیسے دے کر خاموش کردیا جاتا ہے، اہلکار کی جیب حرام پیسے سے گرم ہوئی، پاورلوم والے نے مزید حرام آمدنی کا انتظام کرلیا، حکومت میں اندراج ہے کہ فلاں صاحب کے یہاں دو پاورلوم کی بجلی جارہی ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ دس پاورلوم اس سے چل رہے ہیں، پھر لازم ہے کہ بجلی کی کمی ہو، اور مزید یہ کہ بجلی کی جو قیمت ہے وہ بھی ادا کرنے میں آنا کانی کی جاتی ہے، بھلا جو لوگ چھوٹے چھوٹے دکانداروں کی چھوٹی چھوٹی رقمیں کھاجاتے ہیں، انھیں حکومت کی واجبی رقم دینے کی فکر کیا ہوگی۔

یہ اور اس طرح کی متعدد باتیں، باتوں باتوں میں سامنے آتی رہیں، اور میں جو کاروبارِ دُنیوی کا صرف تماشائی ہوں، براہ راست میں اس میں دخیل نہیں ہوں، حیرت سے سنتا رہا اور سوچتا رہا، اتنی خیانت، چوری، بد دیانتی اور حق تلفی کے بعد معاد اور آخرت تو الگ ہے، خود معاش کا معاملہ کیونکر درست ہوگا؟ مسلمان کہلانے والا، اللہ و رسول پر ایمان اور آخرت میں جوابدہی کا احساس رکھنے والا، خوف خدا سے کیا اتنا بے پروا ہوگیا ہے؟ کیا اسے امانت کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہیں رہ گیا ہے؟ کیا وہ مال کا اتنا حریص ہوگیا ہے کہ حدودِ الٰہی کی اسے کوئی فکر ہی نہیں؟

میں اس سے زیادہ شکایت کیا کروں، اللہ و رسول کے فرامین پڑھتا ہوں، سناتا

ہوں، اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ پاک ذات اپنی اطاعت اور رسول کے اتباع پر سب اہل ایمان کو لگا دے اور اسی پر پاؤں کو جما دے۔ آمین

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **یَـاَیُّهَـا الَّـذِیْـنَ آمَـنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِـالْبَـاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ وَلَاتَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْماً o وَّمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَاناً وَّظُلْماً فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَاراً وَّکَـانَ ذٰلِکَ عَـلَی اللّٰهِ یَسِیْراً** (سورۂ نساء: ۲۹/۳۰) ترجمہ: مسلمانو! ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق طور پر نہ کھاؤ، ہاں اس صورت میں کھا سکتے ہو کہ آپس کی رضامندی سے ملا جلا کاروبار ہو (اور اپنے حصے کے مطابق ہر شخص اپنا حق لے) اور (دیکھو) اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو، اور اللہ تمہارے لئے رحمت والا ہے، اور (یاد رکھو) جو کوئی ظلم وشرارت سے ایسا کرے گا، تو قریب ہے کہ ہم اسے آتش دوزخ میں ڈال دیں، اور اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہیں (ترجمان القرآن)

اس آیت کو بار بار پڑھئے، اور اس کے مضمون پر غور کیجئے، اللہ کا فرمان ہے، مال انھیں کا عطیہ ہے، اسے اگر حاصل کرنا ہے تو رضامندی کی تجارت سے حاصل کر سکتے ہیں، غرض تجارت ہو یا ہبہ! رضامندی شرط ہے، ورنہ وہ باطل ہوگا، پھر سوچئے یہ اُدھار! اور اُدھار کا یہ لامیعاد معاملہ! رضامندی کے کس خانے میں آتا ہے، لینے والے نے دوسرے سے مال لے لیا، اور کہہ دیا کہ بعد میں پیسہ دیدوں گا، دینے والا چپ رہ گیا، تو کیا وہ راضی ہوگیا، ہرگز نہیں، اور اگر کہنے والا کہے کہ نہیں صاحب! وہ راضی ہے تو سن لیجئے، شریعت راضی نہیں ہے، جس نے شریعت بھیجی ہے وہ راضی نہیں ہے، وہ اس وقت راضی ہوتا، جب لینے والا یہ متعین کر دیتا کہ فلاں وقت میں یہ اُدھار ادا کردوں گا، اور دینے والا اس پر راضی ہوتا، تب اللہ کی بھی رضا ہوتی، لینے والا سامان لے کر جاتا ہے، اور معلوم نہیں کہ کب دے گا، اور دے گا بھی یا نہیں، تو دینے والا تو پریشان رہا، اور آپ کہتے ہیں کہ نہیں وہ راضی ہے، یہ طریقہ غلط بالکل

غلط ہے، فقہاء وائمہ کا فیصلہ ہے، اور وہ اللہ ورسول کے ترجمان ہیں، کہ یہ مجہول المیعاد خریداری فاسد ہے، بری ہے، پھر وہ اگر مطالبہ کرتا ہے، تو آپ ناراض ہوتے ہیں۔ آپ خود سوچئے یہ معاملہ کہاں تک خیر ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایسا ظلم اور شرارت کی وجہ سے کرتا ہے، ہم اسے جہنم میں پھینک دیں گے، سخت وعید ہے، یہاں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں، اوّل یہ کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، اور دوسرے اپنے کو قتل مت کرو، یہ وعید دونوں پر ہے، گویا غلط طریقے پر مال کھانا قتل ناحق کے برابر ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان سنئے! فرماتے ہیں: **مطل الغنی ظلم** (بخاری ومسلم) جو آدمی ادھار کا مطالبہ پورا کرسکتا ہے، اس کے پاس وسعت ہے، پھر وہ تاخیر اور ٹال مٹول کرتا ہے، تو ظلم کرتا ہے۔

دوسرا ارشاد سنئے! **إن اللہ یبغض الغنی الظلوم** (بزار وطبرانی فی الاوسط) وسعت والا جو ظلم کرتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کو نفرت اور بغض ہے۔

یہ ظلم کرنے والا مالدار کون ہے؟ وہی جو باوجود وسعت کے اُدھار کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہے، سوچ لیجئے خدا جب کسی سے نفرت کرے، اس سے بغض رکھے، تو اس کا کام کیسے درست ہوگا؟ پھر اپنی بدحالی کا شکوہ کیونکر درست ہے، آدمی کے کرنے کا جو کام ہے، اسے تو کرتا نہیں، مزید دوسرے گناہوں میں اپنے آپ کو مبتلا کردیتا ہے۔

لوگو! اپنے معاملات کو درست کرو، شریعت کے مطابق لین دین کرو، کسی کا لیکر دینے کی فکر رکھو، اُدھار برا نہیں ہے اُدھار کو باقی رکھے رہنا برا ہے، دینے کا ارادہ ہو، اس کا اہتمام ہو، تو بھلا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری ﵁ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا، اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے تھے: **أعوذ باللہ من الکفر والدین** (اے اللہ! میں کفر سے اور دَین (قرض

یا اُدھار سے) آپ کی پناہ چاہتا ہوں، ایک آدمی نے عرض کیا حضرت! آپ نے تو دَین کو کفر کے برابر کردیا؟ فرمایا ہاں! (نسائی وحاکم)

یہ وہی اُدھار اور قرض ہے، جس کی ادائیگی سے آدمی لاپرواہو جائے، پھر یہ قرض دنیا وآخرت کی رُسوائی ہے۔ امام بیہقی، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی نقل کرتے ہیں، کہ انھوں نے سنا کہ حضور اکرم ﷺ ایک شخص کو تاکید کررہے تھے کہ **أقل من الذنوب يهن عليك الموت، وأقل من الدين تعش حراً**، گناہ کم کرو، تم کو مرنا سہل ہوگا، اُدھار اور قرض کم لو، آزاد ہو کر رہو گے۔

واقعی اُدھار کا معاملہ ایک طرح کی غلامی ہے، اور اگر ادا کرنے میں لاپرواہی ہے، تو ذلت کا نشان ہے، اور اگر ایماندارانہ ادائیگی کی فکر ہے، تو سنئے!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من إدان ديناً وهو ينوى أن يوديه ومات أداه الله عنه يوم القيامة ومن استدان ديناً وهو لاينوى أن يوديه فمات قال الله عزوجل له يوم القيامة ظننت أنى لاآخذ لعبدى بحقه فيوخذ من حسناته فيجعل فى حسنات الآخر فان لم يكن له حسنات أخذ من سيئات الآخر فيجعل عليه** (طبرانی فی الکبیر)

جس نے اُدھار کا کوئی معاملہ کیا اور اس کی نیت یہ ہے کہ اسے ادا کرے گا، مگر ادائیگی سے پہلے مرگیا، تو اس کی طرف سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ادائیگی فرمادیں گے، اور جس کی نیت ادائیگی کی نہ تھی، اور وہ مرگیا، تو اس سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کہ تم نے یہ سمجھ رکھا ہے، کہ میں اپنے بندے کا حق نہیں وصول کروں گا؟ پھر اس کی نیکیوں کا ایک حصہ لے کر دوسرے کے حصے میں ڈال دیں گے، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی، تو اس دوسرے کی برائیوں کا حصہ لے کر اِس کے اوپر ڈال دیں گے۔

اللہ کی پناہ! اپنی کمائی دوسرے کے حصے میں چلی جائے، یا دوسروں کا گناہ اس کے

سر پر ڈال دیا جائے، اور وہ بھی اس دن کہ نہ کوئی حامی ہے اور نہ معاون! اور ایک ذرا ذرا سی نیکی کی بڑی قیمت ہوگی، ایسے وقت میں یہ کتنی بڑی مصیبت ہوگی، مومن اس کی ہولنا کی کا اندازہ کر سکتا ہے۔

دینے کی نیت کا مطلب یہ ہے کہ جب ادائیگی کی وسعت ہو جائے، تو آدمی قرض کی ادائیگی ہی کرے، اِدھر اُدھر کی ضرورتوں یا تعیّشات میں نہ صرف کر دے، ایک آدمی سوچتا ہے کہ دوں گا، مگر جب کچھ وسعت ہوتی ہے، تو کوئی دوسری ضرورت کھڑی دکھائی دینے لگتی ہے، اور قرض کی فکر کرنے کے بجائے وہ دوسری ضرورت میں بے تکلف رقم لگا دیتا ہے، یہ ظلم ہے، ادائیگی کی نیت نہیں ہے، پہلا فریضہ ادائیگی قرض ہے، اگر اس نے یہ فریضہ ادا کر دیا، تو حق تعالیٰ کی رحمت دوسری ضرورت کے لئے دستگیری کرے گی۔

مقروض کی دعوت: یہاں ایک بڑے عالم ومحدث اور متقی بزرگ کی حکایت ملاحظہ ہو، اس سے ادائے قرض کی اہمیت، جس کا تذکرہ احادیث میں ہے، کی عملی تشریح ہوتی ہے، یہ حکایت ارواح ثلثہ میں حاجی امیر شاہ خاں صاحب جو اکابر علمائے دیوبند کے معتبر ترین راوی ہیں، کی روایت سے درج ہے، ان سے بیان کرنے والے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ ہیں، فرماتے ہیں کہ:

''شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی کے شاگردوں میں تین شخص نہایت متقی تھے، اوّل درجہ کے (مولانا) مولوی مظفر حسین صاحب، دوسرے درجہ کے شاہ عبد الغنی صاحب، تیسرے درجہ کے مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب، صاحب مظاہر حق۔

نواب صاحب نے ایک مرتبہ اپنے استاذ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب، ان کے بھائی شاہ محمد یعقوب صاحب، مولانا مظفر حسین صاحب اور چند دوسرے احباب کی دعوت کی، شاہ صاحب نے دعوت منظور فرمالی، اور شاہ محمد یعقوب صاحب نے بھی، مگر مولانا مظفر

حسین صاحب نے دعوت سے معذرت کردی، ان کی معذرت سے نواب صاحب کو ملال ہوا، اور انھوں نے شاہ صاحب سے شکایت کی، کہ میں نے مولوی مظفر حسین کی دعوت کی، مگر انھوں نے انکار کردیا، شاہ صاحب نے مولانا مظفر حسین صاحب پر عتاب فرمایا کہ اے مظفر حسین! تجھے تقویٰ کی بدہضمی ہوگئی ہے، کیا نواب قطب الدین کا کھانا حرام ہے، انھوں نے عرض کیا حاشا وکلا مجھے نواب صاحب پر اس قسم کی بدگمانی نہیں ہے، شاہ صاحب نے فرمایا پھر تم انکار کیوں کرتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت! نواب صاحب نے آپ کی بھی دعوت کی ہے اور مولانا محمد یعقوب صاحب کی بھی، اور ان کے علاوہ اتنے اور آدمیوں کی بھی، اور آپ کو پالکی میں لے جائیں گے اس میں بھی ضرور صرفہ آئے گا، اور نواب صاحب گو بگڑ گئے ہیں مگر نواب زادہ ہیں، وہ دعوت میں ضرور نوابانہ تکلف کریں گے، اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نواب صاحب مقروض بھی ہیں، پس یہ مقروض ہیں، اور جتنا روپیہ وہ دعوت میں صرف کریں گے وہ ان کی حاجت سے زائد بھی ہے، تو وہ روپیہ اپنے قرض میں کیوں نہیں دیتے، ایسی حالت میں ان کا کھانا کراہت سے خالی نہیں ہے۔

یہ بات حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب کے ذہن میں آگئی، انھوں نے نواب صاحب سے فرمایا کہ میاں قطب الدین اب ہم بھی تمہارے یہاں نہ کھائیں گے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس پر لکھتے ہیں کہ ’’یہ اعانت بعیدہ ہے **مطل فی اداء القرض** کی، (یعنی قرض کی ادائیگی میں بے وجہ تاخیر کا باعث بنے گی) کیا دقیق تقویٰ ہے، اور استاذ کیسے مقدس کہ یا تو شاگرد کو لتاڑ رہے تھے یا انھیں کا اتباع کرلیا۔

قرض بہت فکر اور اہتمام کی چیز ہے۔ حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس جگہ جنازے رکھے جاتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھایا، پھر آپ نے نگاہ جھکالی، اور دست مبارک اپنی پیشانی پر

رکھا، اور فرمایا: سبحان اللہ سبحان اللہ ما أنزل التشدید ؟ سبحان اللہ سبحان اللہ! کتنی سختی نازل ہوئی ہے۔ صحابی فرماتے ہیں کہ ہم نے جان لیا اور ہم خاموش رہے، دوسرے دن میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضرت! کیا سختی نازل ہوئی ہے، فرمایا دَین کے بارے میں (یعنی اُدھار اور قرض کے متعلق) قسم اس ذات عالی کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر کوئی آدمی اللہ کی راہ میں شہید ہو، پھر زندہ ہو جائے، پھر شہید ہو، پھر زندہ ہو، پھر شہید کیا جائے، اور اس پر دَین ہو، تو وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا، جب تک اس کا قرض نہ ادا ہو۔ (نسائی شریف، طبرانی فی الاوسط والحاکم)

کاش کہ اُدھار کی اور قرض کی اہمیت ہم سمجھتے اور ہمارا معاشرہ اسے محسوس کرتا، تو اللہ جانے کتنے مصائب کا خاتمہ ہو جاتا، پریشانی اور زوال کے اسباب ڈھونڈھنے والے باہر تلاش کرتے ہیں، حالانکہ بیشتر بلائیں گھر کے اندر ہیں۔

ایک اور حدیث ملاحظہ ہو، حضرت سمرہ بن جندب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار دورانِ خطبہ فرمایا کہ اس جگہ فلاں خاندان کا کوئی شخص ہے؟ کسی نے جواب نہیں دیا، پھر آپ نے وہی بات دہرائی، تب بھی کوئی نہ بولا، تیسری مرتبہ پھر آپ نے وہی فرمایا، تو ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی، میں ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ تم پہلے ہی کیوں نہ بولے، پھر فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کے نام خیر ہی کے ارادے سے پکارا تھا۔

> ”تمہارے قبیلہ کا ایک آدمی جنت کے دروازے پر اس لئے روک دیا گیا ہے کہ وہ قرض میں گرفتار ہے، تو اس کا قرض ادا کردو، اور اگر چاہو تو عذابِ الٰہی کے حوالے کردو۔ (رواہ الحاکم)

اے لوگو! قرض اور اُدھار کا معاملہ کرنا درست ہے، مگر ادا کرنے کی فکر بہت ضروری ہے، ورنہ گردن پر لوگوں کا مال لادنا اور لاد کر مرجانا بلائے عظیم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، چار آدمیوں کو جہنم میں اتنا سخت عذاب ہوگا، کہ اس عذاب کی وجہ سے اہل جہنم باوجود اپنے عذاب اور تکلیف کے مزید پریشان ہو جائیں گے، وہ چاروں کھولتے ہوئے پانی اور آگ کے درمیان دوڑیں گے اور ویل و ثبور (ہائے ہلاکت ، ہائے موت) پکاریں گے، ان میں ایک آدمی وہ ہوگا جس پر انگارے کی ایک صندوق لٹک رہی ہوگی، اس سے پوچھا جائے گا اس بدبخت کیا حال ہے، اس نے ہمیں ستا رکھا ہے، حالانکہ ہم خود عذاب میں ہیں، وہ کہے گا یہ بدنصیب اس حال میں مرا ہے کہ اس کی گردن پر لوگوں کا مال ہے، جس کی ادائیگی کا سامان اسے نہیں ملتا۔ (طبرانی وابن ابی الدنیا)

قرض خواہ صاحب حق ہے، اسے شریعت نے حق دیا ہے کہ اپنے مقروض سے اپنے حق کا مطالبہ کرے، جو اس مطالبہ کا برا مانے وہ ظلم کرتا ہے، ایک قرض خواہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا مطالبہ ذرا بے ڈھنگے انداز سے کیا، جس پر صحابہ خفا ہوئے اور اس سے کہا کہ تمہیں پتہ بھی ہے کہ کس سے بات کر رہے ہو؟ اس نے کہا میں اپنا حق مانگتا ہوں، نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم صاحب حق کا ساتھ کیوں نہیں دیتے (الٹا اسے ڈانٹ رہے ہو) پھر آپ نے اس کا حق ادا کر دیا، تو اس نے دعا دی، آپ نے حق ادا کیا، اللہ تعالیٰ آپ کا حق ادا کرے، آپ نے فرمایا یہ بہتر لوگ ہیں، اس امت میں کوئی پاکیزگی اور خیر نہیں، جس کا کمزور اپنا حق بغیر ہکلاہٹ کے نہ لے سکے۔ (رواہ الطبرانی)

یعنی کوئی کمزور آدمی اپنا حق وصول کرنے جائے، تو مقروض کے دباؤ سے اس کی زبان نہ ہکلائے، یہ امت کے پاکیزہ ہونے کی دلیل ہے، کہ صاحب حق، بے تکلف اپنے حق کا مطالبہ کر سکے، اس کی گنجائش رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ساتھ بھی دی ہے، وہ لوگ غور کریں جو قرض کے مطالبہ پر ناراض ہوتے ہیں، ناراض ہونے کا حق تو قرض خواہ کو تھا، لیکن معاملہ کی خرابی نے بات ہی الٹ دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے کچھ اور ارشادات پڑھئے، فرماتے ہیں:

ماقدس الله امة لایاخذ ضعیفها الحق من قویها غیر متعتع ،ثم قال:من انصرف غریمه وهو راض عنه صلت علیه دواب الارض ونون الماء ومن انصرف غریمه وهو ساخط کتب علیه فی کل یوم ولیلة وجمعة وشهرٍ ظلم(رواہ الطبرانی فی الکبیر)

اللہ اس امت کو پاک نہیں کرتا، جس کا ضعیف اس کے قوی سے بے تکلف حق نہ لے سکے، پھر فرمایا کہ، جو قرض خواہ مقروض کے پاس سے اس حال میں واپس ہوا کہ وہ اس سے خوش اور راضی ہے، تو اس مقروض کیلئے زمین پر چلنے والا ہر جاندار اور پانی کی ہر مچھلی دعائے رحمت کرتی ہے، اور جس مقروض سے ناراض اور ناخوش ہو کر لوٹا، تو ہر دن، ہر رات، ہر ہفتہ اور ہر مہینہ اس پر ظلم لکھا جاتا ہے۔

مسلمانو! نبی کے فرمان کو پڑھو اور غور کرو، مال کی محبت اور حرص کو چھوڑ واور ہر صاحب حق کا حق ادا کرو، خواہ کتنا ہی ضعیف ہو، آدمی نمازیں بھی پڑھتا ہے، تلاوت بھی کرتا ہے، صدقہ وخیرات بھی کر لیتا ہے، مگر دوسروں کا مال دبائے بیٹھا ہے، اور لاپرواہ ہے، وہ اپنی سب عبادتوں کو جلا دیتا ہے، پھر اللہ سے دعا کرتا ہے کہ خوشحالی ہو، کاروبار ترقی کرے، روزی میں برکت ہو، تو یہ دعائیں کیونکر قبول ہوں؟

صاحب حق کا اخلاق: حق کی ادائیگی کا مسئلہ زیادہ اہم ہے، تاہم صاحب حق بھی اگر عفو و درگزر، نرمی اور مسامحت سے کام لے، تو اس کے حق میں بڑی فضیلت ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

رحم الله عبداً سمحاً إذا باع وسمحاً إذا اشتریٰ وسمحاً إذا اقتضیٰ ۔(رواہ البخاری وابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس بندے پر جو فروخت کرے تو نرم مزاج ہو، خریدے تو نرم

مزاج ہو، اور تقاضا کرے تو نرم مزاج ہو۔

نرمیٔ وشرافت ہر حال میں قائم رہے، تو نبی رحمت ﷺ نے اس پر رحمت کی دعا فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إن الله يحب سمح البيع وسمح الشراء وسمح القضاء**، (رواہ الترمذی) جو شخص بیچنے، خریدنے اور ادائیگی میں نرم مزاج ہو، اس سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں۔

حضرت حذیفہ ؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کا ایک بندہ ہے، جسے اللہ نے مال عطا فرمایا تھا، اللہ کے حضور میں لایا گیا، فرمایا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا، اس نے کہا (اور اللہ سے کوئی بات لوگ چھپا نہیں سکتے) اے پروردگار! آپ نے مجھے مال عطا فرمایا تھا، میں لوگوں کے ساتھ خرید وفروخت کرتا تھا، اور میری طبیعت میں سہولت اور نرمی تھی، میں مالدار کے لئے بھی آسانی کرتا تھا، اور غریب کو تو مہلت دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم سے زیادہ اس چیز کا حقدار ہوں، میرے بندے سے درگزر کرو۔

یہ سن کر حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابو مسعود انصاری نے فرمایا، ہم نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ (رواہ مسلم)

مقروض کو جو عمل کرنا ہے، وہ آپ نے دیکھ لیا، اور قرض خواہ کو جو معاملہ کرنا ہے، وہ بھی پڑھ لیا، اللہ کا حکم ہے، اور نبی کا فرمان ہے، اور تمام خیر وفلاح اللہ ورسول کی اطاعت میں ہے، **وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْماً** (سورۃ الاحزاب) جو کوئی اللہ ورسول کی اطاعت کرتا ہے، وہ بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

اگلی قسط میں قرض کی ادائیگی کے طریقے، اس کے فوائد اور اس کے لئے حدیث میں وارد شدہ دعاؤں کا تذکرہ کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرض کی ادائیگی اور اس کے طریقے

پچھلے صفحات میں قرض کی ادائیگی کی اہمیت اور اس سے لاپرواہونے کی قباحت وشناعت پر کسی قدر تفصیلی گفتگو ہوچکی ہے، اور یہ بھی لکھا جاچکا ہے کہ قرض لینا، اُدھار کا معاملہ کرنا شریعت کی نظر میں کچھ ناپسندیدہ بات نہیں ہے، اگر یہ معاملہ ناپسندیدہ ہوتا تو انبیاء کرام علیہم السلام نہ قرض لیتے اور نہ قرض دیتے، مگر دونوں کام ہوئے ہیں، خود رسول اکرم ﷺ نے قرض لیا بھی ہے اور دیا بھی ہے، مگر اس کے کچھ آداب ہیں، اگر ان کی رعایت کی جائے، تو کسی کو تنگی نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت دونوں پر ہو۔

آج کتنے ایسے لوگ ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور دل بھی دیا ہے، لیکن قرض دینے سے گھبراتے ہیں کہ واپسی کا مسئلہ مشکل ہوگا، کبھی آدمی کے پاس ضرورت کی رقم ہوتی ہے، لیکن وہ ضرورت کچھ وقت کے بعد آئے گی، ایک شخص قرض چاہتا ہے، یہ اسے دے سکتا ہے، لیکن اعتبار نہیں ہوتا کہ وقت ضرورت پر اسے رقم مل جائے گی، تو وہ بہانہ کر دیتا ہے۔

یہاں قرض لینے والے کے لئے چند باتیں لکھی جاتی ہیں، اگر ان کا اہتمام کریں تو قرض کی ادائیگی بھی آسان ہوگی اور قرض ملنے میں بھی آسانی ہوگی، اور مال میں اتنی برکت بھی ہوگی کہ قرض لینے سے نجات مل جائے گی، **ان شاء اللہ الکریم**

نیت: سب سے پہلے نیت کا مسئلہ ہے، قرض لینے والا دو نیتوں کا اہتمام

کرے۔

(۱) اوّل یہ کہ قرض لینے سے کسی گناہ کا ارادہ نہ ہو بلکہ اللہ کی اطاعت کا ارادہ ہو، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: **إن اللہ مع الدائن حتیٰ یقضی دینہ مالم یکن فیما یکرھہ اللہ** (رواہ ابن ماجہ والحاکم) اللہ کی مدد مقروض کے ساتھ ہے، یہاں تک کہ وہ ادائیگی کر دے، بشرطیکہ قرض اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ امور میں نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ معصیت یا مکروہ کام کے لئے قرض لے گا، تو اللہ کی مدد سے محروم ہوگا، خوشی اور غمی کے ناروا رسوم کے لئے مقروض ہونا، اللہ کی مدد کو دور کرنا ہے۔

بعض قرض تو وہ ہیں کہ اگر باوجود کوشش کے وہ نہ ادا کیا جا سکا، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کر دیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

’’قرض کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صاحب حق کے لئے ضرور لیں گے، جبکہ مقروض بغیر ادائیگی کے مر گیا ہو، مگر تین مقروض اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱) ایک وہ شخص جو جہاد میں ہو، مگر کمزوری کا شکار ہو گیا ہو، اور قرض اس لئے لیا ہو کہ قوت بحال کرے گا۔

(۲) دوسرے وہ کہ اس کے پاس کسی مسلمان کا انتقال ہوا، اور کفن دفن کی کوئی صورت بجز قرض کے نہ ہو۔

(۳) تیسرے وہ شخص جسے نکاح کی ضرورت ہو، ورنہ گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے، مگر مہر اور نفقہ کا انتظام بجز قرض کے کسی اور طریقے پر نہیں کر سکتا۔

اگر یہ تینوں قرض نہ ادا کر سکے اور مر گئے تو ان کا قرض اللہ تعالیٰ بروز قیامت خود ادا فرمائیں گے (رواہ ابن ماجہ و بزار)

اس نیت کا استحضار قرض میں بہت خیر پیدا کرے گا۔

(۲) دوسری نیت یہ ہے کہ پختہ عزم کرے، کہ یہ قرض مجھے ادا کرنا ہی ہے، یہ ارادہ نہ

کرے، کہ دینا نہیں ہے، اور نہ اس کی ادائیگی سے بے فکر ہو، ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ **إن الله مع الدائن** (اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہیں، یعنی ان کی مدد اس کے ساتھ ہے)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **من أخذ اموال الناس یرید أداء ها ادی الله عنه** (بخاری شریف) جو شخص لوگوں کا مال لیتا ہے، اور یہ ارادہ کرتا ہے کہ ادا کروں گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی جانب سے ادا کردیں گے۔

یعنی منجانب اللہ ایسا انتظام ہوگا، کہ اس کے قرض کی ادائیگی بسہولت ہوجائے گی، اور اس کے برخلاف یہ بھی فرمایا: **من أخذ اموال الناس یریداتلافها اتلفه الله** ، اور جس نے لوگوں کا مال اس لئے لیا کہ اسے برباد کردے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے برباد کردیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ اسے واپس لوٹانے کا کوئی ارادہ نہیں، اور اس سے بے فکر ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاکت میں ڈال دیں گے، چنانچہ تجربہ ہے کہ اس قسم کے لوگ ہمیشہ پریشان حال رہتے ہیں، اور کبھی سکون بھی نہیں حاصل ہوتا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **مامن عبدٍ کانت له نیة فی اداء دینه إلا کان له من الله عون** (رواہ احمد) جس بندے کی نیت ادائے قرض کی ہوتی ہے، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی رہتی ہے۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ **سمعت خلیلی و صفیی** ﷺ **یقول مامن أحد یدان دیناً یعلم الله أنه یرید قضاء ه إلا أداه الله عنه فی الدنیا** (رواہ النسائی وابن ماجہ) میں نے اپنے خلیل اور اپنے صفی ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ جو کوئی قرض کا معاملہ کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اس کی نیت ادا کرنے کی ہے، تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی طرف سے ادائیگی کردیتے ہیں۔

یہ نیت اور یہ ارادہ ادائے قرض کے لئے بہت معین ومفید ہے، مگر شرط یہ ہے کہ

نیت واقعی ہو، ورنہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ واقعی نیت ہے، یا صرف زبان کا بول ہے، ہمارے ماحول اور معاشرے میں دل کے ارادے اور زبان کے بول میں اتنا فاصلہ ہے، کہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ جو کچھ آدمی زبان سے بول رہا ہے، وہی دل میں ہے، یا کچھ اور؟ یہ ایک مستقل موضوع ہے، اللہ کو منظور ہوا تو اس کی بھی قدرے تفصیل کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

قرض کے باب میں عمل: نیت کے بعد قرض کے عمل کا نمبر آتا ہے، اس سلسلے میں چند باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ کس سے قرض یا اُدھار کا معاملہ کیا جائے؟ دوسرے یہ کہ کس طور پر قرض لیا جائے؟ تیسرے یہ کہ ادائیگی کے لئے کیا عمل کیا جائے؟ ہم ان تینوں موضوعات پر بقدر ضرورت کلام کرتے ہیں، کیونکہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے، اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اس طریقۂ کار کو بخوبی عمل میں لائیں، قرض کا پہاڑ بھی ہوگا تو ان شاء اللہ اتر جائے گا، ہماری گفتگو ان سے ہے، جو قرض ادا کرنا چاہتے ہیں، ان کی نیت بے ایمانی کی نہیں، مگر تدبیر کی غلطی کی وجہ سے اس بوجھ سے آزاد نہیں ہو پاتے۔

قرض کس سے لیں؟ قرض ہو یا اُدھار کا معاملہ ہو، کسی ایسے شخص سے اس کا معاملہ نہ کریں، جو سود کی شرط لگاتا ہو، سودی معاملہ کرنا حرام قطعی ہے، سود لینے والا بڑا گنہگار اور اللہ کا باغی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (سورۃ البقرۃ: ۲۷۸/۲۷۹) مسلمانو! اگر فی الحقیقت تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اس سے ڈرو، اور جس قدر سود (مقروضوں کے ذمے) باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ (ترجمان القرآن)

ان دونوں آیتوں کے اُسلوب سے اندازہ کیجئے کہ سود لینے والا کس مقام پر کھڑا ہے، زمانۂ اسلام سے پہلے جن لوگوں نے سودی کاروبار کر رکھا تھا، انھیں حکم ہو رہا ہے، کہ اب سے پہلے جو سود لے چکے وہ لے چکے، جو باقی رہ گیا ہے، اسے یکلخت ترک کر دو، اور اگر

اس کو نہ مانو گے تو اللہ ورسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

یہ تو سود خور ہے، اور جس نے اس سے قرض لیا، اس نے دو جرم کئے، ایک تو اس کے سودی کاروبار کی معاونت کی اور اس کی حوصلہ افزائی کی، دوسرے یہ کہ بعد میں سود دینے کے جرم کا ارتکاب کرے گا۔

پس کوئی فرد سود خور ہو، یا ادارہ (بینک وغیرہ) قرض اور ادھار کا معاملہ اس سے ہرگز نہ کرے، جس شخص کی اللہ ورسول سے جنگ ہو، اس کا ساتھ دینے والا کب اللہ کی پکڑ سے بچ سکتا ہے، ضروریات مختصر کیجئے، بغیر سودی قرض کے کاروبار کیجئے، اور جو کچھ حلال خالص ملے اس پر قناعت کیجئے، زکوٰۃ کا اہتمام کیجئے، پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسی برکت ہوتی ہے، مگر اس کے لئے اللہ پر یقین شرط ہے، اور اس کا پیدا کرنا فرض ہے۔

اور تجربہ ہے کہ سود کی نحوست سے قرض کی ادائیگی میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا ہوتی رہتی ہیں، آدمی سود در سود ادا کرتے کرتے تھک جاتا ہے، بڑے کاروباری ہوں یا چھوٹے سب کا حشر اس راقم الحروف نے دیکھا ہے، اور اب بھی دیکھ رہا ہے۔ پس اے مسلمانو! **الحذر الحذر** ! کبھی سودی کاروبار کے قریب نہ جاؤ، ورنہ سود ادا کرتے کرتے عمر فنا ہو جائے گی، اور قرض کا بار گردن پر لے کر مر جاؤ گے اور دہرا گناہ لے کر پہونچو گے، ایک سودی کاروبار کا، دوسرے قرض کا! جنت سے روکنے کے لئے ایک ہی گناہ کافی ہے، دہرا بوجھ کیونکر برداشت کرو گے۔

اور تمہارے بعد تمہاری نسل پریشان ہو کر تتر بتر ہو جائے گی، دنیا بھی آفات میں گزری، ایک دن بھی چین کی نیند نہ سو سکے، آخرت بھی آگ ک انگارہ بنی، اور نسل بھی پریشان پریشان رہی۔

(۲) دوسرے یہ کہ حتی الامکان کوشش کریں کہ قریبی رشتہ داروں اور گہرے دوستوں سے قرض نہ لیں، ان کے ساتھ جو بھی معاملہ کریں نقد اور دست بدست کریں، مثل مشہور ہے

:القرض مقراض المحبة ،قرض محبت کے لئے قینچی ہے، آپس کی محبت اور قرابت کی رعایت بہت اہم ہے، اسے اُدھار کی دھار سے کاٹنا صحیح نہیں ہے، اپنے اوپر تنگی برداشت کرلیں، ضروریات کو اِدھر اُدھر کرلیں، مگر جو بہت زیادہ اہل محبت ہیں، ان سے قرض نہ لیں اور نہ اُدھار کا کوئی معاملہ کریں، کتنی رشتہ داریاں اور کتنی محبتیں قرض کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں، اور اگر ان سے قرض لینا ناگزیر ہو جائے یعنی مجبوری میں کبھی لے لیا جائے، تو آگے آنے والی دفعہ۳ کا خاص اہتمام کریں۔

(۳) اُدھار کا کوئی معاملہ ہو، مثلاً خرید وفروخت ہو، یا کرایہ ہو یا اجرت ہو، یا قرض کا لین دین ہو، اس میں دو بات کو لازم کرلیں، خواہ چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا معاملہ!

اول یہ کہ مدت کی تعیین ضرور کرلیں، کہ کب ادائیگی کرنی ہے، اس میں غفلت نہ کریں۔ آدمی ہوٹل پر ایک روپئے کی چائے پیتا ہے اور اٹھ کر چل دیتا ہے، کہ بعد میں پیسے دیں گے، بظاہر یہ ایک بے ضرر سا معاملہ ہے، مگر اس کا نقصان روز تجربے میں آتا ہے، اس چائے کی قیمت کے لئے وقت مقرر کردیں کہ فلاں وقت پیسے دوں گا، ورنہ یہ معاملہ ہی خراب ہوگیا، دکان سے کوئی سامان خریدیں تو کبھی یہ نہ کہیں کہ اچھا قیمت بعد میں دوں گا، بعد کا وقت ضرور متعین کردیں، اس سے ادائیگی کی فکر بھی ہوگی، اور آسانی بھی ہوگی اور صاحب حق اسے یاد بھی دلا سکتا ہے، بغیر تعیین وقت کے ہر قسم کے اُدھار اور قرض سے بچے۔

دوسرے یہ کہ اُدھار کا یہ معاملہ تعیین وقت کے ساتھ کاغذ پر بھی لکھ لے، اور یہ کاغذ دونوں صاحب معاملہ کے پاس ہو، معاملہ کی اہمیت ونزاکت کے مطابق اس پر دو شخصوں کی گواہی بھی ہونی چاہئے۔

قرآن کریم میں اس موضوع پر دو آیتیں بہت مفصل ہیں، ان میں پہلی آیت الفاظ وکلمات کی تعداد کے اعتبار سے قرآن کریم کی سب سے بڑی آیت ہے، یہ دونوں آیتیں سورہ بقرہ میں ہیں، ۲۸۲/۲۸۳ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ

مُّسَمًّى سے **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ** تک، ان دونوں کا عام فہم ترجمہ لکھے دیتا ہوں، اسے پڑھ کر اندازہ کیجئے کہ اُدھار کے معاملات کا حق تعالیٰ کو کتنا اہتمام ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر کتنے مہربان ہیں کہ روز مرہ کے معمولی مسائل پر بھی اتنی تفصیل سے ہدایت دی تاکہ مسلمانوں کے معاشرہ میں قلبی محبت باقی رہے، اور باہم اختلاف نہ ہو، آیت کا ترجمہ پڑھئے!

> ''مسلمانو! جب کبھی ایسا ہو کہ تم خاص میعاد کے لئے اُدھار لینے دینے کا معاملہ کرو، تو چاہئے کہ لکھا پڑھی کر لو، اور تمہارے درمیان ایک لکھنے والا ہو، جو دیانت داری کے ساتھ دستاویز قلمبند کر دے، لکھنے والے کو اس سے گریز نہیں کرنا چاہئے کہ جس طرح اللہ نے اسے (دیانت داری کے ساتھ) لکھنا بتا دیا ہے، اس کے مطابق لکھ دے، اسے لکھ دینا چاہئے، لکھا پڑھی اس طرح ہو کہ جس کے ذمے دینا ہے وہ مطلب بولتا جائے (اور کاتب لکھتا جائے) اور چاہئے کہ ایسا کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا خوف دل میں رکھے، جو کچھ اس کے ذمے آتا ہے اس میں کسی طرح کی کمی نہ کرے، ٹھیک ٹھیک لکھوادے، اگر ایسا ہو کہ جس کے ذمے دینا ہے وہ بے عقل ہو یا ناتواں ہو (یعنی لین دین کے معاملہ کی سمجھ نہ رکھتا ہو) یا اس کی استعداد نہ رکھتا ہو کہ خود کہے اور لکھوائے، تو اس صورت میں چاہئے کہ اس کی جانب سے اس کا سرپرست، دیانت داری کے ساتھ مطلب بولتا جائے اور (جو دستاویز لکھی جائے اس پر) اپنے آدمیوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ کر لو، اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں جنھیں تم گواہ پسند کرو، کہ اگر ایک (گواہی دیتے ہوئے) کچھ بھول جائے گی، تو دوسری یاد دلا دے گی، اور جب گواہ طلب کئے جائیں، تو گواہی دینے سے وہ بچنا نہ چاہیں، اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا، جب تک میعاد باقی ہے، دستاویز لکھنے میں کاہلی نہ کرو، اللہ کے نزدیک اس میں تمہارے لئے انصاف کی زیادہ مضبوطی ہے، اور شہادت کو اچھی طرح قائم رکھنا ہے، اور اس بات کا حتی الامکان بندوبست کر دینا ہے کہ (آئندہ) شک وشبہ میں نہ پڑو،

> ہاں اگر ایسا ہو کہ نقد (لین دین) کا کاروبار ہو جسے تم (ہاتھوں ہاتھ) لیا دیا کرتے ہو، تو ایسی حالت میں کوئی مضائقہ نہیں، اگر لکھا پڑھی نہ کی جائے لیکن (تجارتی کاروبار میں بھی) سودا کرتے ہوئے گواہ کرلیا کرو (تاکہ خرید وفروخت کی نوعیت اور شرائط کے بارے میں بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو) اور کاتب اور گواہ کو کوئی نقصان نہ پہونچایا جائے (یعنی اس کا موقع نہ دیا جائے کہ اہل غرض ان پر دباؤ ڈالیں اور سچی بات کے اظہار سے مانع ہوں) اگر تم نے ایسا کیا، تو یہ تمہارے لئے گناہ کی بات ہوگی، اور چاہئے کہ (ہر حال میں) اللہ سے ڈرتے رہو، وہ تمہیں (فلاح وسعادت کے طریقے) سکھاتا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے (۲۸۲)
>
> اور اگر تم سفر میں ہو اور (ایسی حالت ہو کہ باقاعدہ لکھا پڑھی کے لئے) کوئی کاتب نہ ملے تو اس صورت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز گرو رکھ کر اس کا قبضہ (قرض دینے والے کو) دے دیا جائے، پھر اگر ایسا ہو کہ تم میں سے ایک آدمی دوسرے کا اعتبار کرے، تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے (یعنی جس کا اعتبار کرکے گروی چیز اس کی امانت میں دیدی گئی ہے) وہ (قرض کی رقم لے کر مقروض کی امانت واپس کردے، اور (اس بارے میں) اپنے پروردگار (کی پوچھ گچھ) سے بے خوف نہ ہو اور (دیکھو) ایسا نہ کرو کہ گواہی چھپاؤ (اور کسی کے خوف یا طمع سے حقیقت کا اظہار نہ کرو) اور جو کوئی گواہی چھپائے گا، وہ اپنے دل میں گنہ گار ہوگا (اگرچہ بظاہر لوگ اس کے جرم سے واقف نہ ہوں، اور اسے بے گناہ سمجھیں) اور (یاد رکھو) تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے (۲۸۳) ترجمان القرآن

دونوں آیتوں کا ترجمہ ہم نے لکھ دیا ہے، اسے غور سے بار بار پڑھئے اور دیکھئے کہ حق تعالیٰ نے معاملات کی صفائی کا کتنا اہتمام کیا ہے، اور اس کی تاکید کی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اللہ نے جن احکام کی یہاں ہدایت دی ہے، وہ فرضیت کے لئے نہیں ہے، بلکہ اسے ”امر ارشاد“ کہتے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آسانی کے خیال سے وجوب اور فرضیت

والا حکم نہیں دیا ہے، ورنہ بندے مشقت میں پڑ جاتے، اور اس میں تساہل برتنے سے مبتلائے سزا ہوتے، لیکن یہ بھی نہیں کہ اس کی اہمیت نظر انداز کر دیا ہو، بڑوں کا مشورہ بمنزلہ حکم کے ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کو ہدایت و مشورہ دیں، اس کی اہمیت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اُدھار کے معاملہ میں (۱) تعیین ضرور کریں۔ (۲) گواہ بھی بنالیں۔ (۳) اور لکھ بھی لیں۔ اگر یہ تینوں باتیں عمل میں لانے کا اہتمام کرلیا جائے، تو قرض کی ادائیگی بہت آسان ہوگی، وقت کی تعیین کی وجہ سے خود فکر ہوگی، گواہوں کی وجہ سے رسوائی کا اندیشہ معاملہ کو آسان کرے گا، اور لکھا ہوا ہوگا تو مطالبہ آسان ہوگا، اور سہولت ادا میں ان کا مجموعی اعتبار سے دخل ہوگا۔

(۴) کاروبار کرنے والا کوئی شخص ایسا نہ ہوگا، جس کو وقتاً فوقتاً کچھ کچھ آمدنی نہ ہوتی ہو، آخر آدمی گھر کی ضروریات پوری کرتا ہی ہے، بہت زیادہ مسکین اور مفلوک الحال آدمی کی بات نہیں، وہ تو مقروض ہوتا بھی نہیں، اسے لوگ بطور صدقہ اور عطیہ کے مال دے دیتے ہیں، قرض وہی لوگ لیتے ہیں، جو گھر کی عام ضروریات کا بندوبست رکھتے ہیں، وہی کبھی کسی خاص ضرورت سے قرض کا معاملہ کرتے ہیں، تو یہ لوگ ہمیشہ یاد رکھیں کہ اُدھار کی میعاد کیا ہے، اور جو کچھ آمدنی ہوتی ہے روزانہ اس میں سے کچھ کچھ بمد قرض ریزرو کرتے رہیں، اور اس کو کسی ضرورت میں خرچ نہ کریں، یا قرض خواہ کو دیتے رہیں، یہاں تک کہ میعاد آتے آتے قرض کی ادائیگی ہوجائے، مقروض آدمی کے پاس جب کچھ آمدنی آجاتی ہے، تو اس کے سامنے ضروریات کی قطار کھڑی ہوجاتی ہے، اسے کوئی نیا کاروبار سُجھائی دینے لگتا ہے، جس میں وہ زیادہ نفع کا سبز باغ دیکھتا ہے، اور وہ قرض کو نظر انداز کر کے دوسری طرف آمدنی کا رخ موڑ دیتا ہے، اس غلطی کا خمیازہ اکثر یہ بھگتنا پڑتا ہے، کہ وہ آمدنی تو جاتی ہی ہے، مزید گرانباری اور بڑھ جاتی ہے، اس لئے جب تک مقروض ہے، قرض کے حساب میں، کھانے

پینے کی ضرورت کی طرح، کچھ نہ کچھ جمع کرتے رہنا چاہئے، جب مقروض یہ عمل کرے گا، تو ثبوت پیش کرے گا کہ وہ قرض ادا کرنا چاہتا ہے، پھر جو حق تعالیٰ کا مدد کرنے کا وعدہ ہے وہ بہت جلد ظاہر ہوگا، میرے سامنے اس کی متعدد مثالیں ہیں، کئی لوگوں نے یہ عمل کیا، اور وہ بڑے بڑے قرضوں سے سبکدوش ہوگئے، ایک دو ہزار کی ماہانہ آمدنی والوں کا لاکھوں کا قرض اس طور سے ادا ہوا، ورنہ لاکھوں کی آمدنی والے مدتوں گرفتارِ بلا ہی رہ جاتے ہیں۔

اللہ کی مدد کے راستے بہت ہیں، بس انسان اس مدد کا کوئی راستہ اختیار کرلے، یہ طریقہ بھی ایک بہانہ ہے، اور اللہ کی رحمت اسی بہانے سے چلی آتی ہے۔

رحمتِ حق بہا، نمی جوید   رحمتِ حق بہانہ می جوید

حق تعالیٰ کی رحمت تم سے کوئی قیمت اور معاوضہ نہیں چاہتی، وہ تو فقط ایک بہانہ چاہتی ہے

یاد رکھئے! کاروبارِ دنیا میں قرض اور اُدھار سے مفر نہیں ہے، یہ خود ایک بڑا ذریعۂ آمدنی ہے، لیکن جس طرح دنیا کی ہر چیز ایک اصول اور ضابطے سے فروغ پاتی ہے، یہ معاملہ بھی اصول وضابطے سے برکت پاتا ہے۔

جو کچھ اس باب میں مَیں کہنا چاہ رہا تھا، اس کا ایک خاص حصہ کہہ چکا، اب آپ کو حدیث میں وارد شدہ ایک واقعہ اسی موضوع پر سناتا ہوں، یہ واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے اور مختلف مناسبتوں سے امام بخاری علیہ الرحمہ نے سات جگہ اس کو بیان کیا ہے

> حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص نے دوسرے سے ایک ہزار دینار (اشرفی) قرض کے طور پر مانگا، اس نے کہا گواہ لاؤ جس کے سامنے اتنی بڑی رقم تمہیں دوں، اس نے کہا اللہ گواہ ہے، اور وہ کافی ہے، اس نے کہا ضمانت دار لاؤ، بولا اللہ ہی ضمانت دار ہے (یعنی میرے پاس آدمیوں میں نہ کوئی گواہ ہے اور نہ ضمانت دار، اللہ ہی کو گواہ بھی اور ضمانت دار بھی بناتا ہوں) اس نے کہا تم سچے ہو، پھر اس نے ایک مدت کی تعیین کرکے قرض دے دیا، وہ قرض لے کر دریائی سفر پر نکل گیا، اس سے

اس نے (کاروبار کیا اور) اپنی ضرورت پوری کی، اس نے جہاز تلاش کیا کہ وقت مقررہ پر پہونچ کر قرض ادا کردوں، مگر باوجود تلاش کے اسے کوئی جہاز نہ ملا (اب وقت تنگ ہورہا تھا) اس نے یہ کیا کہ ایک لکڑی لی، اور اس میں سوراخ کر کے ایک ہزار دینار اس میں رکھ دیا، اور صاحب حق کے نام ایک رقعہ بھی لکھ کر رکھا، پھر اس کو تارکول وغیرہ سے اچھی طرح بند کر کے سمندر میں ڈال دیا، اور حق تعالیٰ سے دعا کی: بارِالٰہا! آپ کو معلوم ہے کہ میں نے فلاں سے ایک ہزار دینار بطور قرض لئے تھے، اس نے مجھ سے ضمانت دار مانگا، میں نے کہا اللہ کافی ضمانت دار ہیں، اس نے مجھ سے گواہ مانگے، میں نے کہا اللہ گواہ ہیں اور وہی کافی ہیں، وہ مان گیا، اب میں نے جہاز کی تلاش میں بہت محنت کی مگر نہیں ملا، اب مجھے قدرت نہیں ہے، یہ امانت میں آپ کے سپرد کرتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے اس لکڑی کو سمندر میں پھینک دیا، وہ اس میں بہتی چلی گئی، پھر وہ لوٹ آیا، لیکن جہاز کی تلاش میں اب بھی رہا کہ شاید جانے کی راہ مل جائے۔

اُدھر صاحب حق کو خیال ہوا کہ اب وہ آدمی آرہا ہوگا، وہ جہاز کے آنے کا منتظر تھا، وہ انتظار میں تھا کہ کنارے پر وہی اس کی بھیجی ہوئی لکڑی آکر لگی، اس نے اسے نکال لیا کہ گھر ایندھن کا کام دے گی، جب اس نے لکڑی کو چیرا تو اس میں اس کا مال بھی ملا اور رقعہ بھی! اس کے کچھ دنوں بعد وہ مقروض بھی آگیا اور ایک ہزار دینار ساتھ لایا، وہ معذرت کررہا تھا کہ واللہ! میں مسلسل جہاز کی تلاش میں رہا، تاکہ آپ کو آپ کا مال پہونچادوں، مگر اب سے پہلے کوئی جہاز نہ مل سکا، اس نے پوچھا کیا تم نے میرے پاس کچھ بھیجا تھا، اس نے کہا میں آپ سے عرض کررہا ہوں کہ اب سے پہلے مجھے کوئی جہاز ملا ہی نہیں، اس نے کہا: اللہ نے تمہاری طرف سے وہ رقم ادا کردی، جو تم نے بھیجی تھی، اب یہ ایک ہزار تم بخوشی لے جاؤ۔

اللہ اکبر! نیت کی صحت، ادائیگی کی فکر، عمل کا اہتمام اور حق تعالیٰ کی مدد دیکھئے، اور عبرت وموعظت حاصل کیجئے، اور اللہ پر بھروسہ کر کے اسی سانچے میں ڈھل جایئے۔

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

بسم الله الرحمن الرحيم

قرض کی ادائیگی میں دعاؤں سے استعانت

انھیں سطروں میں ہم نے اس سے پہلے قرض کی سہولت ادا کے لئے کچھ طریقے تحریر کئے تھے، اب چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں حق تعالیٰ کے اس غیبی نظام کی طرف متوجہ کریں، جو دنیا کے حالات کے تغیر وتبدل کی بنیاد ہے، عالم شہود کا کوئی واقعہ اور کوئی حادثہ ایسا نہیں جس کا کلیدی سرا، اس غیبی نظام سے جڑا ہوا نہ ہو، وہاں تک اگر چہ انسانوں کی رَسائی نہیں ہے، لیکن وہ جو کچھ اعمال صالحہ بجالاتے ہیں، سچے اور پاکیزہ بول بولتے ہیں، اللہ کی تسبیح وتقدیس کا کلمہ پڑھتے ہیں ان کی رسائی وہاں تک ہوتی ہے: **إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ** (فاطر:۱۰) اللہ ہی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں، اور عملِ صالح کو وہ بلند کرتا ہے۔

انسان کی رسائی عالم غیب کی طرف اگر ہوتی ہے، تو اس کے دو ہی طریقے ہیں، پاکیزہ کلمات اور اعمال صالحہ۔ پاکیزہ کلمات تسبیح وتہلیل، ذکر وتلاوت اور دعاء ومناجات ہیں۔ اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل ہیں۔ قرض کے سلسلے کے اعمال صالحہ کی بقدر ضرورت تفصیل گزر چکی، یہ اعمال صالحہ حق تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان اعمال کی بدولت انسان کے مسائل ومعاملات کو آسان فرماتے ہیں، ارشاد ہے: **فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى** (واللیل:۷) پس جس نے عطاو بخشش سے کام لیا اور اللہ سے ڈرتا رہا، اور بھلی بات کی

تصدیق کی، اس کو عنقریب ہی ہم رفتہ رفتہ آسانی میں پہونچا دیں گے۔

یہ سہولت، اعمال صالحہ کی برکت ہے انھیں اللہ تعالیٰ بلندی عطا فرماتے ہیں، اور ان بلندیوں کے سہارے آدمی بلند اور باعزت ہوتا ہے، قرض اور اُدھار کے سلسلے میں اعمال صالحہ کیا ہیں، ان کا قدرے بیان ہو چکا۔

آج کی صحبت میں ''پاکیزہ کلمات'' کا ذکر مقصود ہے، یہ ذکر الٰہی کے کلمات ہیں، اور دعاء ومناجات کی عرضیاں ہیں، اللہ کے یہاں ان کی بڑی قیمت ہے، مسلمانوں کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے، کہ دعا کے فوائد وتاثیرات کتنے ہمہ گیر اور طاقتور ہیں، یہ تو ہمارے گھر کی بدیہی باتیں ہیں۔

آدمی قرض سے پریشان ہوتا ہے، تو بسا اوقات دعائیں پوچھتا ہے، مگر دورِ حاضر کی مادّیت نے روحانیت سے آدمی کو اس قدر دور پھینک دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ارشاد فرمودہ دعائیں بتائی جاتی ہیں، تو نہ لوگوں کی زبانوں پر چڑھتی ہیں اور نہ حافظہ میں اترتی ہیں، بڑا مشکل معاملہ ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ بتانے والا ہی پڑھ دے، بے شک دعاؤں کا معاملہ ایسا ہے، کہ کوئی دوسرا بھی دعا کر دے تو مسائل حل ہو جائیں، لیکن جس کا مسئلہ ہے اس کے اندر کچھ ایسی استعداد تو ہو جس سے دعا کرنے والے کی دعا اس کے حق میں قبول ہو۔ لوگوں کو کلامِ نبوت سے مناسبت پیدا کرنی چاہئے، یہ کلمات بارگاہِ الٰہی میں مقبول ومحبوب ہیں، جو کوئی ان کلمات کو بصدق دل دہرائے گا، ان کی تاثیر ضرور پائے گا۔

میں یہاں چند حدیثیں اور ان میں وارد شدہ دعائیں لکھتا ہوں، ان کا ترجمہ بھی آسان اور عام فہم کرتا ہوں، اور مسلمان بھائیوں سے کہتا ہوں کہ اخبار نہ پڑھیں انھیں دعاؤں کو یاد کریں، اخبار نہ پڑھیں گے تو نہ دین کا نقصان ہوگا اور نہ دنیا کا، اور ان دعاؤں سے غافل ہوں گے تو دونوں جہاں کا خسارہ ہے۔

(۱) امیر المومنین سیّدنا علی کرم وجہہ کے پاس ایک مکاتب غلام (غلام سے اس کا آقا یہ

معاملہ طے کرتا تھا کہ تم کمائی کرکے اتنی رقم مجھے دے دو اور تم آزاد ہو، یہ غلام مکاتب کہلاتا تھا، اور یہ رقم بدل کتابت کہی جاتی تھی) آیا اس نے عرض کیا کہ میں کتابت کی رقم دینے سے ہار گیا ہوں، آپ میری مدد فرمادیں، امیر المومنین نے فرمایا، میں تمہیں کچھ کلمات سکھاتا ہوں، یہ کلمات مجھے حضرت رسول اللہ ﷺ نے سکھائے تھے، اگر تمہارے اوپر صبیر پہاڑ کے بقدر بھی قرض ہوگا، تو اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے ادا کردیں گے، تم کہو: **اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ** (رواہ الترمذی) اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے حلال روزی اتنی عطا فرمادیجئے کہ حرام سے مستغنی ہوکر بچ جاؤں، اور اپنے فضل سے اتنی نوازش فرمادیجئے کہ آپ کے ماسوا سے میں بے نیاز ہوجاؤں (مجھے کسی سے نہ قرض لینے کی ضرورت ہو اور نہ میں قرض کے متعلق کسی کے سامنے جواب دہ ہوں)

یہ دعا صدق دل سے آدمی یقین کے ساتھ پڑھے، تو بڑے سے بڑا قرض ادا ہوجائے، مناسب یہ ہے کہ اسے صبح وشام ۴۰/۴۰ مرتبہ پڑھ لیا کرے۔

(۲) حضرت ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے، دیکھا تو ایک انصاری صحابی مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، جن کا نام ابوامامہ تھا، آپ نے فرمایا کیا بات ہے ابوامامہ! تم بے وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے ہو، عرض کی، میں پریشانی میں گرفتار ہوں، قرض بہت ہوگیا ہے، اے اللہ کے رسول! فرمایا کیا میں تمہیں ایک دعا نہ بتاؤں کہ جب تم اسے پڑھوگے، تو اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی بھی دور کریں گے اور قرض سے بھی نجات عطا فرمادیں گے، عرض کی، ضرور! یارسول اللہ، آپ نے فرمایا صبح وشام یہ کہا کرو۔

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر اور رنج سے، اور میں آپ کی پناہ

چاہتا ہوں بے بسی اور کاہلی سے، اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں بخل اور بزدلی سے، اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے دباؤ سے۔

حضرت ابوامامہ ﷜ فرماتے ہیں کہ میں یہ پڑھنے لگا، پس اللہ تعالیٰ نے میری پریشانی دور کردی اور قرض بھی ادا کردیا۔

یہ دعا صبح وشام ۳۳/۳۳ مرتبہ پڑھیں، اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں گے۔

(۳) حضرت معاذ بن جبل ﷜ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے روز مجھے ڈھونڈھا اور نہیں پایا، جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر آپ حضرت معاذ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یا معاذ! آج میں نے تمہیں نہیں دیکھا، انھوں نے عرض کی یارسول اللہ! ایک یہودی کا میرے اوپر قرض ہے، میں آپ کی خدمت میں جانے کے لئے نکلا، تو اس نے مجھے روک لیا، آپ نے فرمایا: میں تمہیں ایک دعا بتاتا ہوں، یہ دعا کرو، اگر تمہارے اوپر صبیر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ادا کردیں گے۔

اے معاذ! دعا میں یہ کہو: **اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا تُعْطِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْھُمَا وَتَمْنَعُ مَنْ تَشَاءُ اِرْحَمْنِیْ رَحْمَۃً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَّحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ اَللّٰھُمَّ أَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ وَاقْضِ عَنِّیْ الدَّیْنَ وَتَوَفَّنِیْ فِیْ عِبَادَتِکَ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِکَ** (رواہ الطبرانی) اے اللہ! شاہی وجہاں داری کے مالک! آپ جسے چاہیں ملک بخش دیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیں، جسے چاہیں عزت دے دیں جسے چاہیں ذلیل کردیں، آپ ہی کے ہاتھ ہر طرح کی بھلائی ہے، اور آپ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں،

آپ ہی ہیں کہ رات کو دن میں لاتے ہیں اور دن کو رات میں، جاندار کو بے جان سے نکالتے ہیں اور بے جان کو جاندار سے، اور جسے چاہتے ہیں بے حساب روزی عطا فرماتے ہیں، دنیا و آخرت کے رحمٰن و رحیم! آپ جسے چاہتے ہیں ان دونوں میں سے حصہ بخشتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں نہیں دیتے، آپ میرے اوپر ایسی رحمت فرمائیے، جس کی وجہ سے اپنے ماسوا کی مہربانی سے مجھے بے نیاز فرما دیں، یا اللہ! میری تنگدستی دور فرما کر خوش حالی عطا فرمائیے، اور میرا قرض ادا فرما دیجئے اور مجھے موت اپنی عبادت اور جہاد فی سبیل اللہ کے حال میں دیجئے۔

بہت طاقتور دعا ہے، ہر نماز کے بعد اس دعا کو اللہ کے حضور ایک مرتبہ پیش کیجئے!

(۴) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار میرے والد صاحب حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک دعا سکھائی ہے، میں نے عرض کی: وہ کیا ہے؟ فرمایا حضرت عیسیٰؑ اپنے اصحاب کو سکھایا کرتے تھے، فرماتے کہ اگر کسی پر پہاڑ بھر سونا قرض ہو، اور اللہ سے وہ ان الفاظ میں دعا کرے، تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کر دیں گے، وہ دعا یہ ہے: **اَللّٰھُمَّ فَارِجَ الْھَمِّ کَاشِفَ الْغَمِّ مُجِیْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّیْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِیْمَھُمَا أَنْتَ تَرْحَمُنِيْ فَارْحَمْنِيْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِیْنِيْ بِھَا عَنْ رَّحْمَةِ مَنْ سِوَاکَ۔**

اے اللہ! اے فکر کو دور کرنے والے اور اے غم کو چھانٹ دینے والے! اور اے مجبوروں کی دعا سننے والے! اے دنیا و آخرت کے رحمٰن اور رحیم! آپ مجھ پر رحم فرماتے ہیں، تو مجھ پر ایسی رحمت فرمائیے، جس کے طفیل مجھے اپنے ماسوا کی مہربانی سے بے نیاز فرما دیجئے۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ پر کچھ قرض تھا، اور مجھے قرض گوارا نہ تھا، میں نے اللہ سے یہی دعا کی، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا نفع بخشا کہ میرا قرض سب ادا کر دیا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس کا میرے ذمہ ایک دینار اور

تین درہم قرض تھا، وہ کبھی کبھی میرے پاس آتیں، تو میں ان کا سامنا کرنے سے شرماتی، کیونکہ میرے پاس ادائیگی کا انتظام نہ تھا، پھر میں نے بھی یہ دعا کی، تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوگئی، وہ مال صدقہ نہ تھا اور نہ میراث، اللہ نے میرا قرض ادا کردیا اور اپنے گھر والوں میں بھی خوب تقسیم کیا، اپنی بھتیجی یعنی عبدالرحمٰن کی بیٹی کے لئے زیور بھی بنوایا اور مزید بچ بھی رہا (رواہ البزار والحاکم)

اس دعا کا یاد کرلینا اور اس کے معنی کا استحضار کرلینا کیا مشکل ہے؟ یہ آسانی کی کنجی ہے، اللہ کی مہربانی پر یقین ہو، تو اس کی تاثیر بالکل عیاں ہے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی بھی ہو، اگر وہ رنج وغم میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ دعا پڑھتا ہے:

اَللّٰھُمَّ إنِّيْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ أَمَتِکَ نَاصِیَتِيْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِيَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَائُکَ لِکُلِّ اسْمٍ ھُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ أَوْ أَنْزَلْتَهٗ فِيْ کِتَابِکَ أَوْ عَلَّمْتَهٗ أَحَداً مِّنْ خَلْقِکَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِکَ الْغَیْبِ عِنْدَکَ. اَللّٰھُمَّ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِيْ وَجَلآءَ حُزْنِيْ وَذِھَابَ ھَمِّيْ وَنُوْرَ بَصَرِيْ۔

اے اللہ! میں آپ کا غلام ہوں، آپ کے غلام کا بیٹا ہوں، آپ کی باندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی آپ کے قبضے میں ہے، میرے اندر آپ کا حکم نافذ ہے، میرے حق میں آپ کا فیصلہ انصاف ہے۔

میں آپ کے ہر اس اسم کے واسطے سے، آپ کے در کا سوالی ہوں، جو آپ نے اپنی ذات پاک کا رکھا ہے، یا اپنی کتاب میں اتارا ہے، یا مخلوقات میں کسی کو سکھایا ہے، یا اپنے پاس علم غیب میں محفوظ رکھا ہے کہ قرآن کریم کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غم کا ازالہ اور میری پریشانی کا مداوا بنا دیجئے۔

جب وہ یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دور فرما دیتے ہیں، اور اس کے رنج کی جگہ پر خوشی عطا فرما دیتے ہیں۔

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ان کلمات کو سیکھ لینا ہمارے لئے بھی مناسب ہے؟ آپ نے فرمایا بے شک، جو سنے اسے یاد کر لینا چاہئے۔

یہ زبانِ نبوت ہی ہے، جس سے اتنے جامع، موثر اور رحمت الٰہی کو متوجہ کر لینے والے کلمات صادر ہوئے ہیں، انھیں یاد کر لینا اور پروردگار کے حضور پیش کرتے رہنا سعادتِ کبریٰ ہے۔

امام طبرانی نے یہ دعا حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے حوالے سے نقل کی ہے، اس کے آخر میں ہے کہ اس دعا کو سن کر ایک صحابی نے عرض کی، یا رسول اللہ! بلا شبہ محروم وہی ہے، جو ان کلمات اور اس دعا سے محروم رہا، آپ نے فرمایا جی ہاں! اسے خود پڑھو، دوسروں کو سکھاؤ، یقیناً جو اسے پڑھے گا اور جو دعا اس میں ہے اسے دوسروں کو سکھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے کرب اور بے چینی کو دور فرمائیں گے، اور اس کو بے کراں خوشی عنایت فرمائیں گے۔

اس بشارت کے بعد بھی کوئی محروم رہ جائے، تو اس کی حرماں نصیبی میں کیا شبہ ہے؟

(۶) حضرت ابوبکرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ پریشان حال، درد مند کے لئے یہ کلمات ہیں:

اَللّٰھُمَّ رَحۡمَتَکَ اَرۡجُوۡا فَلَا تَکِلۡنِیۡ اِلٰی نَفۡسِیۡ طَرۡفَةَ عَیۡنٍ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ شَانِیۡ کُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ۔

اے اللہ! میں آپ کی مہربانی کا امیدوار ہوں، مجھے میرے نفس کے سپرد ایک لمحے کیلئے بھی نہ کیجئے، اور میرا تمام حال درست فرما دیجئے، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

پریشان حال آدمی نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا پھرتا ہے اور کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا ہے، یعنی طاقت وقوت کی نفی کر کے حق تعالیٰ کے حضور ان کلمات کے ذریعے اپنے

دردوغم کا اظہار بھی کر لے، اوران کی رحمت ومہربانی کا امیدوار بھی رہے، تدبیریں بھی بنتی جائیں گے، اور پریشانی دور ہوجائے گی۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جواستغفار کا التزام کرے (یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کرتا رہے) تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ عطا فرمائیں گے اور ہر رنج وفکر اور غم کو چھانٹ دیں گے، اور بے وہم وگمان روزی عطا فرمائیں گے۔

استغفار کے چند کلمات

۱۔ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ

۲۔ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ الَّذِیۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ

۳۔ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ وَتُبۡ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ

۴۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الۡعَفۡوَ فَاعۡفُ عَنِّیۡ

سیّد الاستغفار

۵۔ اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ رَبِّیۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ خَلَقۡتَنِیۡ وَاَنَا عَبۡدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھۡدِکَ وَوَعۡدِکَ مَا اسۡتَطَعۡتُ اَبُوۡءُ لَکَ بِنِعۡمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوۡءُ بِذَنۡبِیۡ فَاغۡفِرۡلِیۡ فَاِنَّہٗ لَایَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اَنۡتَ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شَرِّ مَاصَنَعۡتُ

کیا مشکل ہے کہ ان پانچوں کلماتِ استغفار کو اہل ایمان یاد کرلیں اور مختلف اوقات میں ان کو حق تعالیٰ کی جناب میں پیش کرتے رہیں، بالخصوص نمبر ۵ بہت ہی اہم اور طاقتور ہے، اس کو جو شخص صبح کو پڑھ لے اور اسی روز دنیا سے چلا جائے یا شام کو پڑھ لے اور دنیا سے چلا جائے، تو جنت کا دروازہ کھلا ہوا پائے گا۔ (بخاری شریف)

ہرایک کا ترجمہ بالترتیب ملاحظہ ہو:

(۱) میں اللہ سے، جو میرے پروردگار ہیں، ہرگناہ کی مغفرت چاہتا ہوں اور انھیں کی

جانب رجوع ہوتا ہوں۔

(٢) میں اللہ سے جن کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہیں، سب کو تھامنے والے ہیں، مغفرت مانگتا ہوں اور انھیں کی جانب رجوع ہوتا ہوں۔

(٣) یا اللہ! میری مغفرت فرمادیجئے اور مجھ پر رحم فرمائیے اور مجھ پر توجہ فرمائیے، بلاشبہ آپ ہی توجہ فرمانے والے رحم کرنے والے ہیں۔

(٤) یا اللہ! یقیناً آپ معافی دینے والے ہیں، معافی دینے کو پسند فرماتے ہیں تو مجھے معافی عطا فرمادیجئے۔

(٥) اے اللہ! آپ میرے رب ہیں، آپ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی عبادت کی جائے، آپ ہی نے مجھے پیدا کیا ہے، میں آپ کا غلام ہوں، اور جتنا مجھ سے ہوسکا میں آپ کے عہد اور وعدے پر قائم ہوں، آپ کے جو احسانات اور مہربانیاں میرے اوپر ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں، اور آپ کے سامنے اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں، تو میری مغفرت فرمادیجئے، آپ کے علاوہ کوئی نہیں جو گناہوں کی مغفرت کرسکے، جو کچھ میں نے کیا ہے، جو کچھ میں نے کیا ہے اس کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

(٨) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کہے:

لَا اِلٰـهَ إِلَّا اللّٰہُ قَبلَ کُلِّ شَیٍٔ وَ لَا اِلٰـهَ إِلَّا اللّٰہُ یَبْقیٰ رَبُّنَا وَیَفْنِیْ کُلُّ شَیٍٔ۔

ہر چیز سے پہلے لَا اِلٰـهَ إِلَّا اللّٰہُ ہے، لَا اِلٰـهَ إِلَّا اللّٰہُ اور ہمارے رب باقی رہیں گے اور ہر چیز فنا ہوجائے گی۔

(٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ

کہا، تو یہ ۹۹/ بیماریوں کی دوا ہے، ان میں سب سے ہلکی بیماری فکر وتردد (ٹینشن) ہے۔

(۱۰) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ایسے چند کلمات نہ سکھادوں جنھیں تم تکلیف اور پریشانی کی حالت میں پڑھا کرو، فرمایا:

اَللّٰہُ رَبِّیْ لَااُشْرِکُ بِہٖ شَیْئاً

اللہ میرے رب ہیں، میں ان کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتا۔

امام طبرانی نے نقل کیا ہے کہ خلیفہ راشد سیّدنا عمر بن عبدالعزیز کا انتقال کے وقت آخری کلمہ یہی تھا۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکلیف اور پریشانی کے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ۔(بخاری ومسلم)

اوراس طرح بھی منقول ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْحَلِیْمُ ، باقی کلمات حسب سابق (ترمذی شریف)

اوراس طرح بھی منقول ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ، (نسائی وابن ماجہ)

ان کلمات میں جو یاد ہوجائیں کافی ہیں، سب وحی الٰہی کے الفاظ ہیں، کیونکہ زبانِ نبوت سے صادر ہوئے ہیں۔

(۱۲) حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مچھلی والے پیغمبر (حضرت یونس ؑ) جب مچھلی کے پیٹ میں تھے تو ان کی دعا یہ تھی:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ،

یہ دعا جب بھی کوئی صاحب ایمان کسی بھی پریشانی میں پڑھے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائیں گے۔ (ترمذی ونسائی)

ایک صاحب نے عرض کی یہ دعا صرف حضرت یونس ؑ کے لئے تھی یا تمام مومنین کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا: دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ** (اور ہم نے ان کو غم سے نجات دی، اور ہم اسی طور سے اہل ایمان کو نجات دیتے ہیں) (حاکم)

اس سے معلوم ہوا، یہ دعا تمام مومنین کے لئے ہے۔

(۱۳) حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں وہ کلمات نہ بتاؤں جنھیں حضرت موسیٰ ؑ نے سمندر عبور کرتے وقت کہا تھا، ہم نے عرض کی ضرور یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا، کہو:

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَاِلَیْکَ الْمُشْتَکٰی وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، (یا اللہ! آپ ہی کے لئے حمد ہے، اور آپ ہی کے حضور فریاد ہے، آپ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے، اور کوئی طاقت وقوت کسی کو نہیں ہے بجز اللہ کے جو برتر ہے، صاحب عظمت ہے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، کبھی اسے ترک نہیں کیا۔ (**طبرانی فی الصغیر**)

(۱۴) حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب اذان ہوتی ہے، تو اس وقت آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، اور دعا قبول ہوتی ہے، تو اگر کوئی

کسی شدید تکلیف اور پریشانی میں گرفتار ہو، تو موذن کا انتظار کرے، جب وہ اللہ اکبر کہے تو یہ بھی اللہ اکبر کہے، اور جب شہادتین پڑھے تو یہ بھی دہرائے، جب وہ حی الصلوٰۃ کہے، تو یہ بھی حی الصلوٰۃ کہے، اور جب وہ حی الفلاح کہے تو یہ بھی حی الفلاح کہے، پھر یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ الصَّادِقَۃِ الْمُسْتَجَابِ لَھَا دَعْوَۃِ الْحَقّ وَکَلِمَۃِ التَّقْوٰی اَحْیِنَا عَلَیْھَا وَاَمِتْنَا عَلَیْھَا وَابْعَثْنَا عَلَیْھَا وَاجْعَلْنَا مِنْ خِیَارِ اَھْلِھَا اَحْیَاءً وَّاَمْوَاتاً،

پھر اس کے بعد اپنی حاجت کا سوال کرے۔

ترجمہ: بارِالٰہا! اس مکمل، سچی اور مقبول پکار کے مالک! جس پکار کی وجہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، جو حق کی پکار ہے اور تقویٰ کا کلمہ ہے، ہم کو اسی پکار پر زندہ رکھئے اور اسی پر موت دیجئے اور اسی پر دوبارہ زندگی بخشئے، اور وہ لوگ جو اس پکار کے بہترین اصحاب ہیں زندگی و موت میں انھیں میں ہم کو شامل فرمایئے۔

ان کلمات کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور مقبولیت بڑی قوت کے ساتھ متوجہ ہوگی۔

(١٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں جب بھی کسی تکلیف دہ حالت سے دوچار ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد! آپ کہئے:

تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْراً

(رواہ الطبرانی والحاکم)

اس دعا کے سلسلے میں ایک واقعہ بھی ہے، وہ یہ کہ عہد نبوی میں ایک شخص کو دشمنوں نے گرفتار کرلیا تھا، اس کے باپ نے چاہا کہ فدیہ کی رقم دے کر اس کو چھڑالیں، مگر دشمنوں نے بڑی بھاری رقم کا مطالبہ کیا، جو والد کی استطاعت سے زیادہ تھی، انھوں نے حضور اکرم

ﷺ سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا، اپنے بیٹے کو لکھ دو کہ وہ یہ دعا کثرت سے پڑھے (اور اوپر والی دعا آپ نے بتائی) والد نے لکھ کر بیٹے کے پاس بھیج دیا، وہ اسے برابر پڑھتا رہا، پھر اللہ کا انتظام ہوا کہ دشمن اس سے غافل ہوئے اور وہ وہاں سے بچ نکلا اور صرف اتنا ہی نہیں، ان کے چالیس اونٹ بھی ہانک کر لے آیا، اور انھیں لے کر اپنے گھر واپس آ گیا۔

(رواہ الاصبہانی)

دعا کا ترجمہ : میں نے اس ذات پر بھروسہ کیا، جو زندہ ہے، جسے کبھی موت نہ آئے گی، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو نہ تو اولاد رکھتا ہے، نہ اس کی فرماں روائی میں اس کا کوئی شریک ہے، اور نہ کوئی ایسا ہے جو اس کی درماندگی کی وجہ سے اس کا مددگار ہو (وہ ان ساری باتوں سے بے نیاز ہے) اور اس کی بڑائی کی پکار بلند کرو جیسی پکار بلند کرنی چاہئے۔

یہ پندرہ دعائیں لکھی گئی ہیں، بعض ان میں خاص قرض سے متعلق ہیں، اور بعض عام تکالیف اور رنج وغم کے لئے ہیں، یہ بہت بیش قیمت خزانہ ہے، جو خزائن السماوات والارض کے مالک کی جانب سے قلب وزبان نبوت کے واسطے سے امت کے لئے عام کیا گیا، اگر امت اس خزانے سے غافل رہ جائے تو بڑی بدنصیبی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ اس سے حفاظت فرمائیں۔

(اس سلسلہ مضامین کی حدیثیں اور دعائیں ”الترغیب والترهیب“ جلد دوم سے ماخوذ ہیں)

◆ ◆ ◆ ◆